SOURCES OF TENDENCY OF TAKFEER AND ITS REMEDIES IN THE LIGHT OF AHADITH AL-NABWIYAH

پاکستان میں تکفیری رحجان کی وجوہات اور فرامین نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کا سد باب

Muhammad Shahid, Dept. Hadees and Uloom-e-hadees, Allama Iqbal Open University, Islamabad. Shahid_edu98@yahoo.com

ABSTRACT:

Pakistani Society is facing many serious problems regarding religion. Takfeer is one of them. Sectarianism, insult of holy persons and books, prejudice, intolerance, impatience, extremism, acquisition of authority and individual or party benefits are major causes of Takfeer. In Islam, Takfeer is prohibited because a muslim is in the shelter of Allah and Prophet. Islam considers the act of Takfeer like killing a muslim. A muslim is strictly prohibited to call "O Non-Muslim" the other. It is mandatory to offer the funeral prayer for every muslim. We can deal with the issue of Takfeer by providing justice, tolerance and by promoting the Islamic Studies and the etiquettes of contradiction. According the teachings of Islam, it is necessary to avoid of Takfeer of the person whose statement is doubtful, forced, ignorant or given mistakenly.

KEYWORDS: *Takfeer, sectarianism, tolerance, prejudice, extremism.*

وطن عزیز پاکستان میں تکفیری رجحان اور اس کی وجوہات عرصہ دراز سے موجود ہیں جنہوں نے موجودہ دور میں خطرناک صورت حال اختیار کر لی ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات میں فرقہ واریت، شدت پسندی اور علوم اسلامیہ سے دوری کے ساتھ ساتھ ارباب اختیار کی اس کے سد باب کی طرف عدم توجہی ہے۔ تکفیری رحجان کے لیے مسلک اور مذہب کو آڑ بنایا گیا ہے۔ کسی بھی مسئلہ سے اس کی وجوہات کا جائزہ لے کر اس کے سد باب تک پہنچا جا سکتا ہے کیونکہ ہمارے پاس قرآن و سنت اور آپ ﷺ کی زندگی سیرت طیبہ کی شکل میں موجود ہے جس سے روشنی لے کر موجودہ دور کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ان وجوہات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی جو پاکستان میں اس وقت تکفیری رحجان کی وجہ بن رہی ہیں اور ان میں سے بعض وجوہات ایسی ہیں جن کا اثر معاشرے پر بہت زیادہ ہے اور کچھ ایسی ہیں جن کا اثر کچھ کم ہے۔ وجوہات درج ذیل ہیں۔

1. تکفیری رحجان کی وجوہات

تکفیری رحجان کی وجوہات میں سے کچھ تو ایسی ہیں جن کا تعلق فکر سے ہے اور کچھ کا تعلق معاشرتی رویوں اور اخلاقیات سے ہے اور کچھ سیاست اور معیشت سے متعلق ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند اہم وجوہات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

1. **فرقہ واریت:** تکفیر کی بنیادی وجہ فرقہ واریت ہے۔ جس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تکفیر کی ابتداء فرقہ واریت سے ہوتی ہے اور اس میں جب شدت آتی ہے تو اس کا نتیجہ تکفیر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ شریعت اسلامی میں احکام کا تنوع موجود ہے جو اس کا حسن ہے

۔ اس تنوع میں یسر کا پہلو بھی موجود ہے۔ جب احکام شرع میں غور و فکر ہو گا جو کہ حکم قرآنی بھی ہے تو معاشرتی مسائل کے حل کی نئی جہات سامنے آئیں گی۔ حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے کسی حکم شرعی کی جو صورت آج قابل عمل ہے ہو سکتا ہے کہ آئندہ یہ قابل عمل نہ رہے اور دوسری صورت کو اختیار کرنا پڑے۔ اسی طرح حکم شرعی کی ایک صورت ایک علاقہ کے لیے سہولت کا باعث تو دوسری صورت دیگر علاقوں میں قابل عمل ہے۔ فقہ کے اس اختلاف کی تحسین کی گئی ہے۔

بدقسمتی سے فرقہ واریت میں فروعی مسائل میں اپنی رائے کو حتمی سمجھ کر اس کی تبلیغ کی جاتی ہے اور دوسری فقہ یا مسلک کے لوگوں پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک دوسرے کی تکفیر تک جا پہنچتی ہے۔ اسلام میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن و سنت کی کئی نصوص اس پر شاہد ہیں۔ ان نصوص میں نہ صرف اس کی تردید کی گئی ہے بلکہ مختلف زاویوں سے اس کے اسباب کا بھی تدارک کیا گیا ہے۔ جن میں لزوم جماعت کی ترغیب، اتحاد کی ترغیب، حکمرانوں کے افعال پر صبر کے اجر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح فرقہ واریت میں پڑنے اور اس کا سبب بننے والے کے لیے وعیدات بھی قرآن و سنت میں مذکور ہیں۔

2. **مقدس شخصیات، اشیاء اور مقامات کی توہین:** تکفیر کی ایک وجہ کسی بھی فرقہ یا مسلک کے لوگوں کے خلاف توہین آمیز کلمات استعمال کرنا، ان کی مقدس ہستیوں کو برا بھلا کہنا، اس کے مقدس لٹریچر کی توہین یا مقدس مقامات کی توہین شامل ہیں۔ اس توہین کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دور صحابہؓ و تابعین اور بعد کے ادوار میں اختلافات ہوتے تھے لیکن اختلاف کے آداب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اختلاف کے آداب سے متعلق سیرت طیبہ میں تعلیمات موجود ہیں جن کی اشاعت کر کے اہل علم اور عوام میں رواداری کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ گالی دینا، سخت زبان استعمال کرنا دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ خیال ذہن میں ہو کہ میری رائے غلط ہو سکتی ہے اور دوسرے کی رائے درست ہو سکتی ہے تو یہ تصور اختلاف کا حسن ہے اور ترقی کا زینہ ہے۔

3. **عصبیت** عصبیت کی بنیادیں رنگ، قوم، قبیلہ، علاقہ، زبان یا مذہب ہوتی ہیں۔ اسلام ان تمام بنیادوں سے بالاتر ہو کر ایک عالمگیر برادری کا تصور پیش کرتا ہے جس کی بنیاد صرف وحدت انسانیت اور احترام انسانیت ہے۔ عصبیت بھی تکفیری رجحان کی ایک بنیاد ہے جس میں اپنی قوم، قبیلہ، علاقہ، زبان یا مذہب کی ترویج، اشاعت اور برتری کے لیے اخلاقی، قانونی اور مذہبی حدود کو پامال کر دیا جاتا ہے۔

4. **عدم برداشت:** عدم برداشت تکفیر کا ایک بڑا سبب ہے۔ سیاسی، خاندانی، لسانی، گروہی یا معاشی جھگڑوں میں مخالف کو زیر کرنے کے لیے تکفیر کا ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے جس کی کئی مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ اسلام برداشت کا مذہب ہے جس میں برداشت کے متعلق تعلیمات موجود ہیں۔ بدر کا موقع ہو یا صلح حدیبیہ کا، مقام طائف ہو یا فتح مکہ کا موقع ہر سختی و مشکل آپ ﷺ برداشت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں اور اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرما رہے ہیں۔ سیرت طیبہ کے ان واقعات سے راہ نمائی لے کر عوام و خواص میں حلم اور بردباری جیسی اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا کی جا سکتی ہیں۔

5. **خواہشات نفسانی:** خدا خوفی نہ ہونے کی وجہ سے خواہشات نفسانی کی تکمیل کی جاتی ہے چاہے اس کے اثرات کچھ بھی ہوں۔ شر پسند فتنہ ہی پھیلاتے ہیں۔ بعض اوقات اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور بعض اوقات بلاوجہ فتنہ برپا کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کے وہ اپنی خواہشات کو دین اسلام کے تابع نہ کر دے۔ خواہشات نفسانی کی تکمیل اور دوسرے آدمی کی تحقیر و تذلیل کے لیے تکفیر کو بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے۔ ذاتی رنجش کا بدلہ تکفیر کر کے لیا جاتا ہے۔

6. **انتہاء پسندی:** تکفیری رحجان کی ایک خطرناک بنیاد انتہاء پسندی ہے۔ انتہا پسندی میں انسان اعتدال سے نکل کر دو انتہاؤں میں سے کسی ایک تک پہنچ جاتا ہے جس میں انسان سے فہم و فراست کی نعمت چھن جاتی ہے اور وہ اپنی رائے کو ہی حتمی سمجھ کر جماعت سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور مخالف کو ناحق یا کافر گمان کرتا ہے۔ اسلام دین اعتدال ہے جس میں افراط و تفریط نہیں ہے۔ تمام عبادات متوازن ہیں۔ انسان پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ مسلسل روزہ رکھنے، مسلسل نماز ادا کرنے، سارا مال صدقہ کر دینے سے اسلام میں منع کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات حاصل کر کے اور سیرت طیبہ سے راہ نمائی لے کر انتہاء پسندی سے بچا جا سکتا ہے۔

7. **مرتکب گناہ کبیرہ کو کافر سمجھنا۔** یہ ایک فکری مسئلہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے یا نہیں ہے ماضی میں بھی یہ اختلافی مسئلہ رہا ہے۔ عام طور پر مرتکب کبیرہ کی ہی تکفیر کی جاتی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ گناہ گار تو ہے لیکن کافر نہیں ہے جس پر کئی نصوص شاہد ہیں۔ اسلام کی ان تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔ معاشرتی صورت حال بسا اوقات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ فقہی اختلافات کی بنیاد پر بھی تکفیر کی جاتی ہے۔

8. **حصول مفادات کے لیے تکفیر کرنا۔** مفادات کے حصول کے لیے کسی شخص یا جماعت کی تکفیر کی جاتی ہے حالانکہ اس میں کوئی وجہ تکفیر نہیں ہوتی لیکن اس پر تکفیر کا الزام لگا کر اپنے مقاصد کو حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ مفادات کبھی سیاسی ہوتے ہیں، کبھی معاشی ہوتے ہیں اور کبھی معاشرتی مفادات کے حصول کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

9. **کم علمی کے باوجود شرعی مسائل میں کلام کرنا۔** پاکستان میں تکفیر کی ایک اہم بنیاد یہ ہے کہ کچھ لوگ کم علمی کے باوجود شرعی مسائل میں کلام کرتے ہیں جن میں حساس موضوعات بھی شامل ہوتے ہیں حالانکہ وہ ان مسائل میں گفتگو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان غلطیوں کی وجہ سے عوام کی جانب سے رد عمل کے طور پر ان کی تکفیر کی جاتی ہے۔ عام طور پر اس قسم کی غلطیوں کا ارتکاب سیاست دانوں اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد سے ہوتا ہے۔

10. **حصول اقتدار کے لیے تکفیر کرنا:** اقتدار کے حصول کے لیے کبھی تو براہ راست تکفیر کی جاتی ہے اور کبھی تکفیری رحجان رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ حصول اقتدار کے لیے قانون اور اخلاقیات سے روگردانی کی جاتی ہے۔ یہ مسئلہ ماضی میں بھی رہا ہے اور موجودہ

دور میں بھی موجود ہے۔ اخلاقی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اقتدار کے حصول کا خواہش مند تمام حدود پامال کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس صورت حال میں جہاں وہ دوسرے کی تذلیل و توہین کرتا ہے تو وہاں تکفیری حربے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

11. **تکفیر کرنا** ناحق تکفیر کرنا بھی تکفیری رجحان کی ایک وجہ ہے۔ جب ایک آدمی یا گروہ دوسرے آدمی یا گروہ کی تکفیر کرتا ہے تو وہ بدلہ میں پہلے کی تکفیر کرتا ہے۔ جب تکفیر کی وجہ سے کسی کی معاشرتی اور ذاتی حیثیت کو نقصان پہنچتا ہے تو متاثرہ شخص تمام اخلاقیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ جب تکفیر کا اس طرح غیر سنجیدگی سے دروازہ کھلتا ہے تو یہ اتحاد کے لیے انتہائی نقصان دہ عمل ہے۔

2. تکفیری رجحان کا سدباب فرامین نبوی کی روشنی میں

تکفیری رجحان کے خاتمے کے لیے ہمیں احادیث سے کثیر الجہتی معلومات ملتی ہیں جو چند عنوانات کے تحت ذیل میں ذکر کی گئی ہیں۔

1. **کلمہ گو کی تکفیر کی ممانعت:** کسی بھی مسلمان کی تکفیر سے روکا گیا ہے کیونکہ وہ زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کر رہا ہے جو کہ اس کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک چھوٹے لشکر میں حرقات کی طرف بھیجا۔ ان کو ہمارے حملہ کی خبر ہو گئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ایک آدمی کو ہم نے پکڑ لیا۔ جب ہم نے اس پر قابو پالیا تو اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا (یعنی اپنے اسلام کا اقرار کیا) لیکن ہم نے اس کو مارا یہاں تک کہ قتل کر ڈالا۔ پھر میں نے اس واقعہ کا ذکر جناب نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے مقابلہ میں کون تیری مدد کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے یہ کلمہ ہتھیار سے ڈر کر پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا " کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا جو تجھے اس کی وجہ معلوم ہو گئی؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا روز قیامت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے مقابلہ میں کون تیری مدد کرے گا؟ پھر آپ ﷺ یہی کلمات بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے خواہش کی کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا[1]۔

یہ روایت اس بات پر دلیل ہے کہ حکم ظاہر پر لگے گا۔ دل کے اسرار اللہ تعالی کے سپرد ہیں اور ہم دل کی پوشیدہ باتوں کو جاننے پر قادر نہیں ہیں۔ دور نبوی میں تو منافقوں کے دل کی باتیں وحی کے ذریعے معلوم ہو جاتی تھی۔ اب ہم صرف ظاہری اسلام پر ہی احکام لاگو کریں گے۔ اس کی جاسوسی، اس کے دل کو ٹٹولنے یا اس کے اسلام میں شک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

2. **کفر کے قریب پہنچانے والا عمل:** حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "رک جاؤ او ان لوگوں سے جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں ہیں ان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو فَمَنْ أَكْفَرَ أَهْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَهُوَ إِلَى الْكُفْرِ أَقْرَبُ جس نے کسی لا الہ الا اللہ والے آدمی کو کافر قرار دیا تو یہی آدمی کفر کے زیادہ قریب ہے"[2]۔ مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ظاہر کے مکلف ہیں۔ کوئی آدمی واضح طور پر کفر کا اعلان کرتا ہے اس کو تو کافر قرار دیا جائے گا اور اس کے متعلق احکام بھی موجود ہیں۔ لیکن اگر کوئی

شخص اسلام کا اقرار کرتا ہے تو اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ مذکورہ روایت سے تکفیر کی سنگینی معلوم ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنا آدمی کو کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

3. **{وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ} کی تفسیر:** حضرت حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ "میں نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ" کی تفسیر کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ آدمی کا دوسرے آدمی کے بارے میں قول "یا کافر"، "یا منافق" ہے"[3]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں بھی کسی کو کافر کہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

4. **اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ:** ظاہری طور پر ارکان اسلام ادا کرنے والا مسلمان ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں ہے۔ یعنی وہ اسلام میں داخل ہے اس کی تکفیر کی اجازت نہیں ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ارشاد ہے کہ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ [4] "جو آدمی ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبیحوں کو کھائے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول کے عہد وامان میں ہے۔ جو آدمی اللہ کے عہد وامان میں ہے تم اس کے ساتھ عہد شکنی مت کرو"۔ ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ [5] "مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نیز نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب وہ ایسا کرنے لگیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا"۔ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارکان اسلام ادا کرنے والا شخص مسلمان ہے۔ اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔ اسلام ظاہر کا اعتبار کرتا ہے کہ جب کوئی بھی توحید و رسالت کا اقرار کر رہا ہے اور ارکان کی ادائیگی کر رہا ہے تو وہ مسلمان ہے۔

5. **تجسس کی ممانعت:** قرآن کریم میں مسلمان کی جاسوسی سے منع کیا گیا ہے۔ تعلیمات نبوی میں کسی بھی مسلمان کے ایمان کو جانچنے سے منع کیا گیا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ [6]۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں کے دلوں کو کریدنے اور ان کے پیٹوں کو چاک کرنے کا حکم نہیں ہے۔ تکفیر کے عمل میں کلمہ گو مسلمان کی تکفیر کی جاتی ہے اور اس کی کسی وضاحت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ طرز عمل تعلیمات نبویؐ کے خلاف ہے۔ دلوں کے راز ٹٹولنے سے منع کیا گیا ہے۔ تجسس اور بدگمانی سے اپنے آپ کو بچا کر ہم فتنہ تکفیر کا کافی حد تک سدباب کر سکتے ہیں۔

6. **تکفیر کا وبال:** اسلام میں تکفیر کا وبال بہت بڑا ہے۔ اس عمل میں تکفیر کرنے والے کا ایمان خطرے میں ہوتا ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ کفر تکفیر کرنے والے پر لوٹ آئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی آدمی کسی دوسرے پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے تو اگر وہ اس شخص میں موجود نہیں ہے تو ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ یہ فسق یا کفر تہمت لگانے والے پر لوٹ آئے گا"[7]۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَجْتَمِعُ رَجُلَانِ فِي الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ جنت میں ایسے دو آدمی داخل نہ ہوں گے جن میں سے ایک نے اپنے دوسرے بھائی کو کہا ہو "یا کافر"[8]۔ تکفیر میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ جس کی تکفیر کی جارہی ہے اگر وہ کافر نہیں ہے تو تکفیر کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح ناحق تکفیر جنت سے محرومی کا سبب ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے تکفیر کے معاملہ میں غلطی کی گنجائش نہیں ہے ورنہ اس سے آدمی کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ تکفیر کے وبال سے متعلق اسلامی تعلیمات کو عام کر کے بھی تکفیری رجحان پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

7. **مرتکب گناہ کی تکفیر سے ممانعت:** گناہ کبیرہ یا اس کے کم درجے کے گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ یعنی صرف کلمہ پڑھنے والا آدمی بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَشْهَدُوا عَلَى أُمَّتِكُمْ بِشِرْكٍ، وَلَا تُكَفِّرُوهُمْ بِذَنْبٍ "اپنی امت پر شرک کی گواہی نہ دو اور ان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو"[9]۔ تکفیری سوچ رکھنے والے عام طور پر مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس فکر کو وہ اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کرتے ہوئے ان کی تکفیر کرتے ہیں ۔ مرتکب کبیرہ سے متعلق ان فرامین نبویؐ کی اشاعت تکفیری رجحان کو کم کرنے میں معاون ہو گی۔

8. **کلمہ گو کی نماز جنازہ:** تعلیمات نبوی میں ہر مسلمان کے پیچھے نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا " صَلُّوا عَلَى مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ , وَصَلُّوا خَلْفَ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ " "ہر اس آدمی پر نماز جنازہ پڑھو جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو اور ہر اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھو جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہے"[10]۔ ان احکامات سے تکفیر کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے کہ فکری، فقہی یا ذاتی اختلافات چاہے جس حد تک پہنچ جائیں لیکن نماز کی امامت کا معیار کلمہ گو ہونا ہے اور ہر اس آدمی کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی جس نے کلمہ کا اقرار کیا ہے۔

9. **تکفیر کی مثال:** تکفیر کا جرم قتل کے جرم کی طرح ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَهُوَ كَقَتْلِهِ" جب ایک آدمی نے اپنے بھائی کو کہا "یا کافر" تو یہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے اور مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے[11]۔

قتل انسانی سب سے بڑا جرم ہے۔ جرم کی سنگینی میں تکفیر کو قتل کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ جس طرح قتل سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے اسی طرح تکفیر سے فتنہ جنم لیتا ہے جو امن، اتحاد اور یک جہتی کو نقصان پہنچاتا ہے۔

10. **احترام انسانی:** احترام انسانی کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا "تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں محترم ہیں جیسے آج کا دن محترم ہے اس شہر میں، اس وطن میں"[12]۔ ناحق تکفیر میں ایک مسلمان کو رسوا کیا جاتا ہے اور اس کی عزت کو خراب کیا جاتا ہے حالانکہ آپ ﷺ کی وصیت ہے کہ تمہاری عزتیں، خون اور اموال لائق احترام ہیں۔ عصر حاضر میں احترام انسانی کی تعلیمات کو عام کر کے نفرت، عداوت اور شدت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ایک مسلمان کی جان، مال اور عزت محترم ہیں۔ ایک مسلمان کا حق ہے کہ اس سے حسد، بغض، کینہ نہ رکھا جائے، اس سے ترک تعلق نہ کیا جائے، اس کی غیبت نہ کی جائے، مذاق نہ اڑایا جائے، گالی نہ دی جائے، وعدہ خلافی نہ کی جائے اور اس پر ظلم نہ کیا جائے۔

مذکورہ تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر جہت سے تکفیر کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اس کے دنیوی واخروی نقصانات واضح کرتا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات میں تکفیر ایک سنگین جرم ہے اور اس کا مرتکب کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ان تصورات کی روشنی میں تکفیر کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

3. سدباب کے لیے اقدامات وتجاویز

1. **رواداری کا فروغ** وطن عزیز میں عدم برداشت کا رحجان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ انفرادی زندگی سے ملکی اجتماعی امور تک تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس کے اثرات گہرے ہوتے جا رہے ہیں جن کا سدباب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ عدم برداشت کی یہ صورت حال ہے آج کوئی بھی اپنے علاوہ کسی دوسرے فرقہ یا گروہ کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ منبر و محراب سے سیرت طیبہ کی اشاعت کی بجائے دیگر مسالک فرق باطلہ قرار دے کر ان کی تردید کی جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ سے روشنی لے کر ہم رواداری کی فضا قائم کر سکتے ہیں اور دوبارہ وہ مقام حاصل کر سکتے ہیں جہاں اختلاف رائے معاشرتی حسن ہوتا ہے اور مومن مومن کا بھائی ہوتا ہے۔ معاشرے میں رواداری اور اخوت پیدا کر کے ہم تکفیر کا سدباب کر سکتے ہیں۔

2. **انصاف کی فراہمی** معاشرے اور قومیں انصاف کی بدولت ہی اپنا وجود قائم رکھتی ہیں۔ تاریخ انسانی میں جس قوم نے بھی انصاف کا دامن تھامے رکھا وہی حکمرانی کی اہل ٹھہریں اور جن اقوام میں نے انصاف کے قیام سے پہلو تہی کی وہ اپنا وجود زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکیں۔ اسلامی تعلیمات اور فرامین نبویؐ میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ حضور ﷺ، خلفائے راشدین اور مسلم حکمرانوں نے عدل و انصاف قائم کیا۔ بسا اوقات اس کی زد میں ان کے قریبی رشتہ دار بھی آئے۔ آج پاکستانی معاشرے میں عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کر کے دیگر مسائل کی طرح تکفیر کے فتنہ سے نمٹا جا سکتا ہے۔

3. **اشاعت علوم اسلامیہ** تکفیری رجحان کی ایک بڑی وجہ عوام کا علوم اسلامیہ، اختلاف کے آداب، سیرت طیبہ، اصول تکفیر اور تکفیر کے دنیاوی و اخروی وبال کی تعلیمات سے آگاہ نہ ہونا ہے۔ اسی طرح تکفیر کا اختیار کس کو ہے؟ تکفیر کن صورتوں میں ہو سکتی ہے؟ تکفیر کی سنگینی کیا ہے؟ عوام الناس اور ارباب اختیار میں ان مسائل سے آگاہی پیدا کر کے اس مسئلہ کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔

4. **فتویٰ کی اہلیت** فتویٰ کی اہلیت کیا ہے؟ کون کون فتویٰ دے سکتا ہے؟ کن امور میں فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟ ان امور کی ریاستی سطح پر تعیین کی ضرورت ہے۔ ہر مسلک کے لیے کمیٹی بنائی جائے جو ان کے فقہی مسائل میں متفقہ فتویٰ جاری کرے اور قومی، اجتماعی اور حساس مسائل میں فتویٰ کے لیے تمام مسالک کے نمائندگان پر مشتمل کمیٹی قائم کی جائے جس کو فتویٰ کا اختیار ہو۔

5. **میڈیا کا استعمال** میڈیا کو قومی سلامتی اور اتحاد و یکجہتی کے لیے بھرپور طریقے سے استعمال کر کے بھی تکفیر جیسے مسائل سے نمٹا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ان سکالرز کے پروگرامز پیش کیے جائیں جو اسلامیات پر عبور رکھتے ہیں اور معاشرتی مسائل کا ادراک رکھتے ہیں۔ میڈیا پر حساس دینی موضوعات سے متعلق ایسے مباحثوں کو روکا جائے جو معاشرتی انتشار کا باعث بن سکتے ہیں۔

6. **احترام انسانیت:** احترام انسانیت کی قرآن و سنت میں موجود تعلیمات کو عام کر کے بھی فتنہ تکفیر سے نمٹا جا سکتا ہے۔ ایک انسان کی عزت اور حرمت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ اسلام ایک مسلمان کے مال، جان، عزت و احترام کا درس دیتا ہے۔ احترام انسانیت جب تمام مسلمانوں کے دلوں میں اجاگر ہو گا تو ناحق تکفیر جیسے اقدام کا معاشرے میں تصور بھی نہیں ہو گا۔

7. **اختلاف رائے کے آداب:** لوگوں کا اختلاف دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں بھی موجود تھا۔ کبار صحابہؓ کا بھی کئی مسائل میں اختلاف موجود تھا لیکن اس اختلاف کے باوجود کبھی بھی دوسرے کا احترام کم نہیں ہوا تھا۔ دوسرے کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ اختلاف کی بنیاد اخلاص اور للّٰہیت ہوتی تھی۔ آج بھی اختلاف رائے کے آداب سے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے بنیادی آداب یہ ہیں کہ اختلاف کی بنیاد خواہش نفس نہ ہو، مقابل کی تذلیل و تحقیر مقصود نہ ہو، ضد اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کی جائے اور اختلاف محض تنقید کے لیے نہ ہو۔

فتنہ تکفیر سے نمٹنے کے لیے ضروری تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ جن سے آگاہی معاشرہ کے تمام افراد کے لیے ضروری ہے خواہ ان کا تعلق کسی بھی پیشے سے ہو۔ ان تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے اور نصاب ان بنیادوں پر تشکیل دیا جائے۔ طلباء کے علاوہ دیگر شعبوں کے افراد کے لیے میڈیا کا استعمال کیا جائے اور کانفرنسز و سیمینارز کا انعقاد کرایا جائے

4. **موانع تکفیر:** تکفیر اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ عام طور پر اس کا تعلق عقائد سے ہوتا ہے۔ جس شخص کی تکفیر کی جا رہی ہے وہ کلمہ گو ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اگر وہ خود اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے تو یہ الگ صورت ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہے تو اس کی تکفیر کسی صورت میں نہیں کی جائے گی۔ اگر وہ اسلام کا اقرار کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کفریہ اقوال یا افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو بھی کسی فرد یا گروہ کو اس کی تکفیر کا

اختیار نہیں ہے۔ کلمہ گو کی تکفیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا ہے۔ ذیل میں چند موانع ذکر کیے جاتے ہیں جن کو ملحوظ رکھ کر تکفیری رجحان کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ **مشتبہ کلام میں وجہ ترجیح:** اگر کسی آدمی سے کوئی ایسا کلام سرزد ہو جائے جس میں معمولی سا احتمال بھی ہو کہ یہ کلمہ کفر نہیں ہے تو اسی احتمال کو ترجیح دی جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ "إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وُجُوهٌ تُوجِبُ الْكُفْرَ، وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ، فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى ذَلِكَ الْوَجْهِ"[13] "جب کسی مسئلہ میں کفر کے بہت سارے پہلو ہوں لیکن صرف ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس ایک پہلو کو ترجیح دے"۔ ہمارے ہاں یہ ایک معاشرتی مسئلہ موجود ہے کہ غلط فہمی کی بنیاد پر دوسرے آدمی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرلی جاتی ہے۔ اس آدمی سے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا جاتا کہ تمہاری اس قول سے کیا مراد تھی یا اس فعل کا کیا مقصد تھا۔ بلا تحقیق اس کے بارے میں کوئی بھی حکم صادر کردیا جاتا ہے۔ حالانکہ تکفیر کی سنگینی کے پیش نظر اگر اس آدمی کے قول یا فعل میں دیگر احتمالات موجود ہیں تو تکفیر میں احتیاط برتتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی۔

2۔ **اتمام حجت** کسی بھی مسئلہ حل کے لیے اتمام حجت اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح کے لیے اہم ہوتی ہے۔ اس احتیاط کو تکفیر میں پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن کریم کا اسلوب بھی یہی ہے۔ سورۃ الاسراء میں ارشاد ہے {مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا}[14] "جو شخص دنیا میں سیدھے راستے پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لیے چلتا ہے اور جو راستہ بھٹکتا ہے تو وہ اپنے نقصان کے لیے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہ کا بار اپنے اوپر نہیں اٹھائے گا اور ہم رسول کے بھیجے بغیر کسی کو عذاب دینے والے نہیں"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اتمام حجت ضروری ہے جیسا کہ رسولوں کو مبعوث کر کے اتمام حجت کی جاتی تھی۔ اتمام حجت کے لیے کفریہ قول یا فعل کرنے والے سے ہر پہلو سے تصدیق کی جائے کی کہ اس قول یا فعل سے اس کی کیا مراد ہے۔

3۔ **ازالہ شبہات** ایک آدمی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ کلمہ کفر ہے یا نہیں۔ اس کی ذہنی سطح اس مسئلہ کو سمجھنے سے قاصر ہے تو ایسے شخص کے شبہات کے ازالہ کی کوشش کی جائے گی اور اس کی تکفیر میں احتیاط برتی جائے گی۔ اسی بات کو ابن تیمیہؒ اس طرح واضح فرماتے ہیں " **لكن لغلبة الجهل وقلة العلم بآثار الرسالة في كثير من المتأخرين؛ لم يمكن تكفيرهم بذلك حتى يتبيّن لهم ما جاء به الرسول مما يخالفه** "[15]۔ "لیکن متاخرین میں سے بہت سارے لوگوں میں جہالت کے غلبہ اور آثارِ رسالت کے علم کی قلت کی وجہ سے ان کی تکفیر ممکن نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس وقت تکفیر ممکن ہے جب ان پر یہ بات واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز لائے ہیں یہ اس کے خلاف ہے"۔ کئی مرتبہ ان لوگوں کی تکفیر بھی کردی جاتی ہے جن کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان سے جو قول یا فعل سرزد ہو رہا ہے یہ کفریہ ہے۔ اس لیے جن معاشروں میں اسلامی تعلیمات کا فقدان ہے اور جہالت ہے وہاں تکفیر سے گریز کیا جائے۔

4. **پیچیدہ مسائل میں علمی دسترس** اگر کوئی شخص علم سے عاجز ہے تو وہ مجنون کی طرح ہے۔اس کے کسی قول یا فعل پر حکم لگانے میں احتیاط کی جائے گی۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں وَالْحُجَّةُ عَلَى الْعِبَادِ إِنَّمَا تَقُومُ بِشَيْئَيْنِ: بِشَرْطِ التَّمَكُّنِ مِنْ الْعِلْمِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَالْقُدْرَةِ عَلَى الْعَمَلِ بِهِ. فَأَمَّا الْعَاجِزُ عَنْ الْعِلْمِ كَالْمَجْنُونِ أَوْ الْعَاجِزِ عَنْ الْعَمَلِ فَلَا أَمْرَ عَلَيْهِ وَلَا نَهْيَ[16]۔ "لوگوں پر حجت دوچیزوں سے قائم ہوتی ہے۔ایک علم پر قدرت ہے جو اللہ تعالی نے نازل کیا ہے۔دوسرا اس پر عمل کی قدرت ہے۔لیکن جو شخص علم سے عاجز ہے جیسے مجنون یا عمل کرنے سے عاجز ہے تو وہ امر و نہی کا مکلف نہیں ہے"۔ پیچیدہ مسائل ہر آدمی کی ذہنی و علمی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ اگر ان مسائل میں کوئی کم فہم شخص کسی قسم کی رائے قائم کر لیتا ہے اور اس پر مصر ہو جاتا ہے تو ان مسائل میں بھی اس کی رعایت رکھی جائے گی اور اس کی تکفیر سے احتیاط برتی جائے گی۔

5. **حالات و زمانہ کی رعایت** تکفیری معاملہ میں حالات و زمانہ کی رعایت بھی کی جائے گی۔جیسا کہ حدیث مبارکہ میں صرف لا الہ الا اللہ کو نجات کے لیے کافی قرار دیا ہے۔اس میں بھی لاعلمی کو علت قرار دے کر لوگوں کو معذور سمجھا گیا ہے۔ کتاب الفتن میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ، حَتَّى لَا يُدْرَى مَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا نُسُكٌ، وَيُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فِي لَيْلَةٍ فَلَا يُتْرَكُ فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ، وَتَبْقَى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ فِيهِمُ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ، وَالْعَجُوزُ الْكَبِيرَةُ، يَقُولُونَ: أَدْرَكْنَا آبَاءَنَا عَلَى هَذِهِ الْكَلِمَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَنَحْنُ نَقُولُهَا " قَالَ لَهُ صِلَةُ بْنُ زُفَرَ وَهُوَ جَالِسٌ مَعَهُ: وَمَا تُغْنِي عَنْهُمْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَهُمْ لَا يَدْرُونَ مَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا نُسُكٌ؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حُذَيْفَةُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: «يَا صِلَةُ هِيَ تُنْجِيهِمْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا»[17] اسلام پرانا ہو کر مٹنے کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ کسی کو بھی روزہ نماز، قربانی اور صدقہ کا علم نہ رہے گا اور اللہ کی کتاب ایک ہی رات میں ایسی غائب ہو گی کہ زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی اور انسانوں کے کچھ قبائل ایسے رہ جائیں گے کہ ان میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی کہ ہم نے اپنے آباؤاجداد کو یہ کلمہ پڑھتے سنا لا الہ الا اللہ اس لئے ہم بھی یہ کلمہ کہتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ کے شاگرد صلہ نے عرض کیا لا الہ الا اللہ سے انہیں کیا فائدہ ہو گا جب انہیں نماز کا علم ہے، نہ روزہ کا، نہ قربانی اور صدقہ کا کوئی علم ہے۔اس پر حذیفہؓ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔انہوں نے دوبارہ، سہ بارہ عرض کیا لیکن حذیفہؓ منہ پھیرتے رہے۔ تیسری مرتبہ میں ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے صلہ! لا الہ الا اللہ انہیں دوزخ سے نجات دلائے گا تین بار یہی فرمایا۔ اس اثر میں واضح طور پر حالات و زمانہ کی رعایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔موجودہ دور میں علوم اسلامیہ سے لوگوں کی دوری کی وجہ سے کئی معاملات جو ان سے لاعلمی کے طور پر سرزد ہوتے ہیں ان پر حکم شرعی لگانے میں احتیاط کی جائے گی۔زمانے کے عرف، عادات، اطوار، زبان کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا۔ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت "باب ذہاب القرآن والعلم" میں مرفوعا موجود ہے۔

6. **خطاء و نسیان کا ارتکاب** اگر کسی آدمی سے غلطی سے یا غلط فہمی سے کوئی کفریہ قول یا فعل سرزد ہوا ہے تو اس کی تکفیر میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے **{رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا}**[18] "اے ہمارے رب اگر ہم سے نسیان ہو جائے یا ہم ہم بھول جائیں تو ہمارا مواخذہ نہ فرما"۔ تکفیری معاملہ میں کفریہ فعل کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ آیا یہ اس سے غلطی ہوئی ہے یا اس نے ایسا جان بوجھ کیا ہے۔ اگر غلطی سے ہوا ہے تو اس کی بنیاد غلط فہمی ہے یا عدم علم ہے یا کوئی اور ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ کام یا قول کفریہ فعل یا قول کے دائرہ میں آتا ہے یا نہیں۔ ان پہلوؤں کو ملحوظ رکھے بغیر تکفیر کرنے سے نہ صرف معاشرتی انتشار ہو گا بلکہ اس آدمی کی حق تلفی ہو گی جس سے کفریہ فعل یا عمل سرزد ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بے احتیاطی کی وجہ سے تکفیر کرنے والے کے کفر کا اندیشہ بھی موجود ہے۔

7. **اکراہ** اگر کسی آدمی سے اکراہ کے ذریعے کفریہ قول یا فعل صادر کرایا گیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اکراہ کے بارے میں اسلامی تعلیمات واضح ہیں کہ جس آدمی کو مجبور کیا گیا ہے اس کا قصور قابل معافی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے **عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ**[19] " رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطاء و نسیان کو معاف کر دیا ہے اور اس گناہ سے بھی معافی عطا فرما دی ہے جس میں زبردستی مبتلا کیا ہو"۔ عصر حاضر میں جب فرقہ واریت اور انتہا پسندی میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی شخص کے قول یا فعل کی بناء پر تکفیر کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ قول یا فعل کسی شخص، تنظیم یا گروہ کے مجبور کرنے کی وجہ سے تو نہیں کر رہا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی تکفیر میں بھی احتیاط برتی جائے گی۔

8. **تاویل کرنے والے کے بارے میں احتیاط** اگر کسی آدمی سے کفریہ قول یا فعل کسی تاویل کی بنیاد پر سرزد ہوتا ہے تو اس کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں علماء کا قول نقل کرتے ہیں کہ **قَالَ الْعُلَمَاءُ كُلُّ مُتَأَوِّلٍ مَعْذُورٌ بِتَأْوِيلِهِ لَيْسَ بِآثِمٍ إِذَا كَانَ تَأْوِيلُهُ سَائِغًا فِي لِسَانِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهُ وَجْهٌ فِي الْعِلْمِ**[20] حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "علماء کے ہاں ہر تاویل کرنے والے کو اس وقت تک معذور سمجھا جاتا ہے جب تک عربی زبان میں اس تاویل کی گنجائش ہو، اور اسکی توجیہ بھی بنتی ہو"۔

تاویل کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ لغت میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا صرف انتشار اور بدامنی جیسے مذموم مقاصد کے لیے اسلامی تعلیمات کے مفاہیم کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اگر لغت میں اس معنیٰ کی گنجائش ہے اور اس معنیٰ لینے والے میں اخلاص موجود ہے تو اس کی تکفیر میں احتیاط برتی جائے گی۔

9. **شخصی احوال کی رعایت** ہر آدمی کی تکفیر میں ایک ہی اصول کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا بلکہ دوسری احتیاط کے ساتھ اس کے شخصی احوال کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں " **التَّكْفِيرُ " يَخْتَلِفُ بِحَسَبِ اخْتِلَافِ حَالِ الشَّخْصِ فَلَيْسَ كُلُّ مُخْطِئٍ وَلَا مُبْتَدِعٍ وَلَا جَاهِلٍ وَلَا ضَالٍّ يَكُونُ كَافِرًا؛ بَلْ وَلَا فَاسِقًا بَلْ وَلَا عَاصِيًا**[21] "تکفیر کا حکم ہر شخص کی حالت کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ ہر خطاکار، بدعتی، جاہل اور گمراہ کافر نہیں ہو گا اور نہ ہی فاسق ہو گا۔ بلکہ وہ گناہ گار بھی نہیں ہو گا"۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے ان کے درجات مختلف ہیں۔ اس لیے ہر معاملہ میں ان درجات کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے۔ ہر شخص کے لیے حکم کا ایک ہی طرز نہ ہو بلکہ شخصی احوال کی رعایت کی جانی چاہیے کہ اگر کوئی آدمی کم عقل ہے یا اس کا ذہن کام کرنا چھوڑ چکا ہے اور وہ شرعی تعلیمات کو سمجھنے سے قاصر ہے یا مجنون ہے تو ان احوال کی رعایت ضروری ہے تاکہ معاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

10. **عصر حاضر کے علماء کا اتفاق** کسی آدمی کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس وقت کے علماء کا اجماع نہ ہو جائے۔ اسی کو محمد بن عبد الوھاب یوں ذکر کرتے ہیں **إنا لا نكفر إلا بما أجمع العلماء عليه أنه كفر**[22] "ہم صرف اس فعل کی تکفیر کریں گے جس پر علماء کا اجماع ہو جائے کہ یہ فعل کفر ہے"۔ علامہ ابن حزم کے ہاں تکفیر نص یا اجماع کے ذریعے کی جائے گی۔ "**وأما ابن حزم فإنه يرى أن البرهان المطلوب للحكم بكفر المسلم ينبغي أن يكافئ ما ثبت به إسلامه، فلا يرفع عنه اسم الإسلام إلا بنص أو إجماع**"[23]۔ "ابن حزمؒ کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کی تکفیر کے لیے جس دلیل کی ضرورت ہے وہ اس دلیل سے کم نہیں ہونی چاہیئے جس سے اس کا اسلام ثابت ہوا ہے۔ پس صرف نص یا اجماع کے ذریعے اس کی تکفیر کی جائے گی"۔ علماء کی مذکورہ آراء بھی نتیجہ کے اعتبار سے تکفیر سے مانع ہیں۔ اس سے تکفیر کا دروازہ بند ہو گا اور تکفیری رحجان بہت حد تک کم ہو گا۔ مذکورہ عبارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کا اختیار فرد واحد کو بالکل نہیں ہے۔ کسی قبیلہ، فرقہ یا گروہ کو بھی کسی شخص کی تکفیر کا اختیار بالکل نہیں ہے۔ عصر حاضر میں تکفیر عام طور پر بے احتیاطی پر مبنی ہوتی ہے جس کی وجوہات علوم شرعیہ سے ناواقفیت، مذموم خواہشات کی تکمیل، فرقہ پرستی اور قوم پرستی ہوتے ہیں۔ ارباب اختیار اس مسئلہ پر توجہ دے کر اس کی سنگینی کو کم کر سکتے ہیں شخصی احوال اور حالات زمانہ کی رعایت کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

5. **خلاصہ کلام:** پاکستانی معاشرہ اس وقت مختلف سیاسی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ مذہبی مسائل میں ایک مسئلہ تکفیر کا ہے۔ جس کی طرف عدم توجہی سے یہ مسئلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کی بنیادی وجوہات میں فرقہ واریت، مقدس شخصیات، مقامات و کتب کی توہین، عصبیت، عدم برداشت، خواہشات نفسانی، انتہاء پسندی، مرتکب گناہ کبیرہ کو کافر سمجھنا، حصول مفادات کے لیے تکفیر کرنا، کم علمی کے باوجود شرعی مسائل میں کلام کرنا اور حصول اقتدار کے لیے تکفیر کرنا شامل ہیں۔

کچھ تدابیر اختیار کر کے اس مسئلہ کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔ تکفیر کے وبال کی تعلیمات کی اشاعت، تجسس کی ممانعت، ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ کی ادائیگی، کفریہ کلمہ کہنے والے شبہات کا ازالہ کرنا، کفریہ کلمہ کہنے والے کے شخصی حالات کی رعایت اور کسی بھی شخص کو کافر قرار دینے کے لیے وقت کے علماء کا اجماع۔ یہ ایسی تدابیر ہیں جن سے تکفیری رجحان میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

6. سفارشات:

پاکستانی معاشرے میں تکفیری رجحان پر بروقت قابو پانے کے لیے درج ذیل اقدامات کی ضرورت ہے کہ

- احترام انسانیت کو عام کیا جائے۔
- یہ اشاعت کی جائے کہ تکفیر شخصی یا عوامی اختیار نہیں ہے۔
- اس بات کی اشاعت کی جائے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔
- تکفیر کے دنیاوی واخروی وبال کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔
- مساجد کے ائمہ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔
- علوم اسلامیہ کی فکری مباحث کو کالجز اور یونیورسٹی سطح کے ہر پروگرام میں شامل کیا جائے۔
- تکفیر کے لیے مذکورہ احتیاطیں اپنائی جائیں اور معاشرتی مصلحت کو بہر صورت ملحوظ خاطر رکھا جائے۔
- حدود اسلام اور حدود کفر کی تعلیمات عام کرنے کی ضرورت ہے۔
- علوم اسلامیہ سے لاعلم افراد کو دینی پروگرام کرنے یا امور شرعیہ میں مداخلت سے روکا جائے خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو یا میڈیا سے۔
- فرقہ واریت کا سدباب کیا جائے اور بین المسالک ہم آہنگی کے لیے کوششیں کی جائیں۔

حوالہ جات:

[1] اِبو داود، سلیمان بن الأشعث (المتوفی 275ھ-)، السنن، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی، (355/1) حدیث نمبر 2272-

[2] الطبرانی، سلیمان بن اِحمد (م 360ھ-)، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، (272/12)، حدیث نمبر 13089

[3] البیہقی، اِحمد بن الحسین (م 458ھ-)، شعب الاِیمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، الطبعۃ الأولی، 1410ھ-، (103/9)، حدیث نمبر 6323-

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل (م 256ھ-)، الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، ط2، 1961ء، (56/1)، حدیث نمبر 378

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (8/1)، حدیث نمبر 24-

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (623/2)، حدیث نمبر 4004-

[7] بخاری، محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح، ، (893/2)، حدیث نمبر 5585۔

[8] ابن راہویہ، إسحاق بن إبراہیم (م 238ھ-)، مسند، مکتبۃ الاِیمان، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ: الأولی، 1412ھ-، (434/1)، حدیث نمبر 502-

[9] الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام (م 211ھ)، المصنف، المجلس العلمی، الہند، الطبعۃ: الثانیۃ، 1403ھ، (279/5)، حدیث نمبر 9611۔

[10] الدار قطنی، علی بن عمر (م 385ھ)، السنن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1424ھ، (401/2)، حدیث نمبر 1761۔

[11] الطبرانی، سلیمان بن احمد (م 360ھ)، المعجم الکبیر، (193/18)، حدیث نمبر 463۔

[12] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (16/1)، حدیث نمبر 65۔

[13] لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الہندیۃ، دار الفکر، الطبعۃ: الثانیۃ، 1310ھ (2/ 283)

[14] [الإسراء: 15]

[15] ابن تیمیۃ، احمد بن عبد الحلیم (المتوفی: 728ھ)، الاستغاثۃ فی الرد علی البکری، مکتبۃ دار المنہاج للنشر والتوزیع، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ: الأولی، 1426ھ، ص 411۔

[16] ابن تیمیۃ، احمد بن عبد الحلیم (المتوفی: 728ھ)، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، 1416ھ۔ (59/20)

[17] نعیم بن حماد (المتوفی: 228ھ)، الفتن، مکتبۃ التوحید، القاہرۃ، الطبعۃ: الأولی، 1412ھ، (598/2)، حدیث نمبر 1665۔

[18] [البقرۃ: 286]

[19] ابن ماجۃ، محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، السنن، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، ص 147، حدیث نمبر 2035۔

[20] ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ - بیروت، 1379ھ، (304/12)

[21] مجموع الفتاوی (180/12)

[22] ابن عبد الوہاب، عبد الرحمٰن بن حسن (المتوفی: 1285ھ)، المورد العذب الزلال فی کشف شبہ اہل الضلال، دار العاصمۃ، الریاض، الطبعۃ: الأولی، 1349ھ، ص 306۔

[23] السقار، منقذ بن محمود، التکفیر وضوابطہ، رابطۃ العالم الاسلامی، (ص: 21)۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.